R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

# ہماری زبان

تاریخ اشاعت
۱-۴-۶۶

ٹیلی فون ۔ ۹۹
قیمت تین پیسہ
سالانہ پانچ روپے

جلد ۲۵ ۔ شمارہ ۱۳ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم اپریل ۱۹۶۶ء

اداریہ

## آندھرا میں اردو

آندھرا پردیش کی اسمبلی میں تیلگو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے جو بل پیش کیا گیا ہے اس میں اردو اور اس ریاست میں بولی جانے والی دوسری زبانوں کے موقف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی موقعوں پر ریاست کے ذمے دار اشخاص کی طرف سے اردو کے حقوق کے تحفظ کا اعلان کیا جا چکا ہے، لیکن سرکاری زبان کے بل میں اس بات کی صراحت ضروری تھی کہ اردو کو بھی سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکے گا۔ ہمیں خوشی ہے کہ آندھرا پردیش کی ریاست نے اس سلسلے میں نہ صرف روشن خیالی اور صحت نظر کا ثبوت دیا ہے بلکہ دوسری ریاستوں کے لیے ایک نمونہ بھی قائم کیا ہے۔ آندھرا کے وزیر اعلیٰ خصوصاً ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس معاملے میں حقائق کا لحاظ رکھا اور اردو کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی۔ آندھرا کی انجمن ترقی اردو عرصے سے حکومت اور عوام کو اس سلسلے میں توجہ دلا رہی تھی۔ آندھرا کے طول و عرض میں جلسوں اور قراردادوں کے ذریعے حکومت کو اس کا فرض یاد دلایا گیا تھا۔ انجمن کے کارکنوں نے اس سلسلے میں اردو کے کیس کے متعلق ایک کتابچہ شائع کیا تھا اور انجمن کا ایک وفد بھی وزیر اعلیٰ سے مل چکا تھا۔ ان تمام باتوں کے بعد ہمیں اس کی تو خوشی ہے کہ حکومت نے اردو دوستوں اور انجمن ترقی اردو کے مطالبات پر توجہ کی، مگر یہ تشنگی بھی محسوس ہوتی ہے کہ جہاں تیلگو کے علاوہ اردو اور دوسری زبانوں کے استعمال کو قانونی حیثیت دی گئی وہاں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی کہ اس سے پہلے حکومت کی طرف جو اعلانات اردو کے سلسلے میں شائع ہو چکے ہیں ان کی بھی اب قانونی حیثیت ہوگی اور پھر اس استعمال کو بھی ایک مناسب مدت تک محدود رکھا گیا۔ بہتر یہ ہوتا کہ اس استعمال کو مناسب مدت کے لیے محدود نہ کیا جاتا اور حکومت اس سے پہلے اردو کے استعمال کے سلسلے میں جو اعلانات کر چکی ہے انھیں کو قانونی شکل دے دی جاتی۔ یہ خیال اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بعض ماہرین قانون کے نزدیک سرکاری زبان کے قانون کی جو حیثیت ہے وہ حکومت کے اعلانات کی نہیں ہے۔ اعلان کو قانون نہیں بنایا جاتا۔ اب بھی وقت ہے کہ اردو کے سلسلے میں جو اعلانات ہوئے ہیں ان کو مناسب ترمیمات کے ذریعہ سے قانون کی شکل دے دی جائے۔ حکومت کو اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

ہمیں یقین ہے کہ آندھرا کی انجمن اور اردو دوست اس سلسلے میں چوکس رہیں گے۔ آندھرا میں اردو کے موقف کے سلسلے میں آندھرا کی حکومت کا رویہ یقیناً لائق ستائش ہے مگر عمل کی دنیا میں اشاروں اور ذیلی اعلانات سے کام نہیں چلتا۔ واضح اور غیر مبہم دفعات کی ضرورت ہوتی ہے یعنی تیلگو کے بعد اردو کے استعمال اور چلن کے سلسلے میں جائز سہولتیں دینا اور اردو کی ترقی کے راستے سے رکاوٹیں دور کرنا۔ بہر حال انجمن اور اردو دوستوں کی یہ کوشش رہے گی کہ اردو کی سرکاری اور قانونی حیثیت کو اس طرح واضح کر دیا جائے کہ پھر اس سلسلے میں کسی شبہ یا تردد کی گنجائش باقی نہ رہے۔

## حق بحقدار

۳۰ مارچ کو دہلی میں اردو کے مشہور محقق حضرت امتیاز علی عرشی کی اکسٹھویں سالگرہ منائی گئی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریہ ہند

### اس شمارے میں



—— بقیہ ——

نے جلسے کی صدارت کی۔ اس موقع پر کئی حضرات نے حضرت عرشی کی علمی خدمات کو سراہا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے حضرت عرشی کی خدمت میں ایک کتاب پیش کی جس میں ہندوستان و پاکستان کے متعدد ارباب قلم کے علاوہ دوسرے ملکوں کے عالموں کے بھی مضامین ہیں۔ اس سلسلے میں جہاں حضرت عرشی کے کارناموں کا اعتراف اور قدر افزائی کے لیے بطور نمونہ اور مثال کے ان کی ذات کو پیش کرنا ضروری ہے وہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ جناب مالک رام نے تمام مضامین یکجا کرنے، کتاب کی طباعت کی نگرانی کرنے اور اس تقریب کے لیے اخراجات کی فراہمی کے لیے جو محنت کی ہے، وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ شعراء کی خدمات کا تو اعتراف ہوا ہے، مگر عرشی جیسے عالموں اور محققوں کے کارناموں کا اعتراف، اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو دنیا اب پہلے سے زیادہ بیدار ہے اور ادب کے ہر گوشے میں معیاروں کی تلاش اور اچھے کاموں کے اعتراف کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اردو ادب کی ترقی کے لیے یہ اچھا شگون ہے۔ عرشی صاحب کو جو کتاب نذر کی گئی وہ بجائے خود ایک علمی صحیفہ ہے۔

---

## سال رواں کے لیے ٹیگور انعامات

### بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات کو پانچ ہزار کا انعام

حکومت مغربی بنگال کے منتخب شدہ ججوں کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے حکومت مغربی بنگال نے ۶۶-۱۹۶۵ء کے لیے رابندر ناتھ ٹیگور یادگار انعامات پانے والوں کے ناموں کا اعلان کیا ہے۔

(۱) شریمتی آشا پورنا دیوی کو ان کی بنگلہ تصنیف "پرتھم پرتشرتی" پر (۲) شری شانتی رنجن بھٹاچاریہ کو ان کی اردو تصنیف "بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات" پر اور (۳) شری اندروان بھٹادنی نریندپوری کو ان کی بنگلہ تصنیف "وید سبھا گنگ" پر یہ انعامات دیے گئے ہیں۔ حکومت مغربی بنگال ہر سال ٹیگور انعامات دیا کرتی ہے اور فی انعام پانچ ہزار روپے کا ہوتا ہے۔ شری شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے اپنی ابتدائی زندگی حیدرآباد میں گزاری اور فی الحال وہ حکومت مغربی بنگال کے محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کے شعبۂ اردو میں ملازمت کر رہے ہیں۔

(پریس نوٹ)

## فضلی کی کربل کتھا کو ایک ہزار روپیہ کا انعام

لکھنؤ۔ ۱۸ مارچ۔ شمالی ہند میں اردو نثر کی پہلی کتاب فضلی کی "کربل کتھا" کو جسے مالک رام (دہلی) اور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) نے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے "میر انعام" کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو ایک ہزار روپے ہے۔

یہ اعلان صدر آل انڈیا میر اکاڈمی جناب مقبول احمد لاری نے آج ایک پریس کانفرنس میں کیا۔

انھوں نے بتایا کہ میر اکاڈمی کی طرف سے سال کی بہترین اردو تصنیف پر ایک ہزار روپے کا "میر انعام" دینے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے اس کے تحت اکاڈمی کی طرف سے مقرر ججوں پروفیسر سید مسعود حسن رضوی، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، پروفیسر سید احتشام حسین، ڈاکٹر امرت لال عشرت اور صدر میر اکاڈمی نے ۱۹۶۵ء کی بہترین اردو تصنیف "کربل کتھا" کو قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ صدر اکاڈمی نے ڈاکٹر سیدہ جعفر (حیدرآباد) کو ان کی تصنیف "من سمجھاون" پر تین سو روپے اور عمر انصاری (لکھنؤ) کو ان کے مجموعہ کلام "ساز بیخودی" پر دو سو روپے کے خصوصی انعام دینے کا اعلان کیا۔

(قومی آواز)

## الٰہ آباد سے ماہنامہ "شب خون" کا اجرا

الٰہ آباد، ۱۶ مارچ۔ ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب کی ادارت میں ماہنامہ "شب خون" کا اجرا ہو رہا ہے۔ پہلا شمارہ مئی ۶۶ء میں منظر عام پر آئے گا۔ ایک شمارہ کی قیمت ایک روپیہ اور سالانہ دس روپیہ ہے۔ خط و کتابت کا پتہ: ۳۱۳/۳، رانی منڈی الٰہ آباد ۳ ہے۔ (نامہ نگار)

## آل انڈیا ریڈیو کی اردو مشاورتی کمیٹی کی میٹنگ

نئی دہلی، ۱۵ مارچ۔ آج آل انڈیا ریڈیو کی اردو مشاورتی کمیٹی کی ایک میٹنگ میں جس کی صدارت وزیر اطلاعات و نشریات راج بہادر نے کی اردو کے نشریات کی توسیع اور اصلاح کی کئی تجاویز پیش ہوئیں۔ میٹنگ کے شرکا میں نائب وزیر اطلاعات و نشریات مسز نندنی ست پتی ممبر پارلیمنٹ، بیگم انیس قدوائی، مسز زینت ساجدہ، آنند نرائن ملا، پروفیسر محمد مجیب اور علی سردار جعفری شامل تھے۔ راج بہادر نے کمیٹی کو بتایا کہ چند مہینوں کے اندر حیدرآباد میں ایک زیادہ طاقتور ٹرانسمیٹر کا اضافہ کر دیا جائے گا اور پھر موجودہ ٹرانسمیٹر پر اردو پروگرام نشر کرنا ممکن ہو سکے گا۔ لکھنؤ اور حیدرآباد سے اردو کے باقاعدہ پروگرام عنقریب نشر ہونے لگیں گے۔ اردو مجلس کا آدھ گھنٹے کا ایک پروگرام دہلی سے طاقتور ٹرانسمیٹروں پر پہلے سے ہو رہا ہے۔ اردو پروگرام نشر کرنے والے صوبوں کے اسٹیشن ڈائریکٹروں کی میٹنگ حال ہی میں دہلی میں ہوئی تھی اور اردو پروگراموں کو بہتر بنانے کے سلسلے میں ان کی کئی تجاویز پر غور ہو رہا ہے۔

(سیاست جدید)

## "ادیب" کا دوبارہ اجرا

یہ خبر ادبی حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ جامعہ اردو کا ترجمان "ادیب" جو بند ہو گیا تھا دوبارہ زیر ادارت ابن فرید جاری ہو گیا ہے۔ یہ دو ماہ میں ایک بار شائع ہوا کرے گا۔ ہر شمارہ کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ اسے سرسید بک ڈپو علی گڑھ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

مشتاق احمد خاں حاذق ادیب

# برجموہن دتاتریہ کیفی کے خطوط

کیفی صاحب کے یہ خطوط جناب عبدالصمد سرکار ملباگی کے نام ہیں، سرکار صاحب ریاست میسور کے کہنہ مشق شاعر، بے مثال ادیب اور اچھے نقاد ہیں برسوں آپ کو علامہ کیفی سے تلمذ رہا ہے جس کا پتا سرکار کے نام علامہ کیفی کے خلوص آگیں خطوط سے چلتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

خط نمبر۱

۱۰ تی پور روڈ سول لائنز دہلی ۲۸ مارچ ۱۹۴۹ء

سرکار صاحب کو دعا و سلام، غزلیں دیکھ کر واپس ہیں دہلی کے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ میں یہیں رہوں مگر ہماری پرانی انجمن ترقی اردو تو یہاں کام کر ہی نہیں اور میں آیا اسی غرض سے تھا کہ عبدالحق پاکستان میں رہیں اور میں یہاں رہوں، توقع کے خلاف صورتیں پیدا ہو گئیں خیر ہاں تو میں نے یہاں کے دوستوں سے کہا کہ مجھے تو ادب کی خدمت کرنی ہے مجھے سب جانتے ہیں حکومت والوں سے ملو اور دیکھو کہ وہ کوئی صورت نکال سکتے ہیں بیسیوں شعبے ہیں، جہاں حکومت مجھ سے مستفید ہو سکتی ہے ان لوگوں نے کوشش شروع کی ہے، آپ پچھلے خط میں لکھتے ہیں "ایک رقم ارسالِ خدمت ہے" "ماہانہ چندہ" کا بھی ذکر کیا ہے، حضرت! پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی آمدنی کیا ہے، آپ کا بیڑی کا کارخانہ ہے آپ کے بنگلے اور دکانیں اور باغات بھی ہونگے انکم ٹیکس کی بھی اچھی رقم ادا کرتے ہونگے مگر اس سے آمدنی کا پتا نہیں چلتا یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کہیں وہ رقم جس کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ کے جوش و شوق کی وجہ سے اس سے زیادہ تو نہیں جتنی ہونی چاہیے تھی، دوسری بات یہ ہے کہ صاف صاف لکھیے کہ آپ کا مدعا اس رقم سے متعلق کس مد میں صرف کرنے کا ہے اور بھی آپ سے کئی باتیں دریافت کرنی ہیں (۱) یہ آپ کا ٹل یا گل آخر ہے کہاں اتنا تو معلوم ہوا کہ سونے کی کانوں کے قریب ہے مگر اس سے کچھ پتا نہیں چلتا بتایئے کہ مدراس اور بنگلور سے کتنی دور ہے (۲) آپ کی انگریزی کی واقفیت کتنی ہے، (۳) فارسی کی واقفیت کا حال بھی بتایئے، (۴) آپ کی عمر کیا ہے ماشاء اللہ بھری جوانی معلوم ہوتی ہے (۵) اگر آزاد کی آبِ حیات نہیں دیکھی ہے تو اب پڑھ جایئے، اس کے بعض مندرجات کی تاریخی صحت کی نسبت لوگوں کو اختلاف ہے اس سے آپ کو غرض نہیں آپ اس کی زبان اور اسلوب پر نظر رکھیے (۶) پہلے آپ کس سے مشورۂ سخن کرتے تھے (۷) کون کونسے اردو کے رسالے یا اخبار دیکھا کرتے ہیں بنگلور کا آفتاب اردو؟ آج کی ڈاک میں اپنی تصنیف کی دو کتابیں بھیج رہا ہوں، منشورات، کیفیہ منشورات کی دوسری جلد میرے پاس نہیں مجھے دونوں نے لوٹا ایک نے وہاں لاہور میں اور دوسرے نے یہاں دہلی میں خیر اس لیے لکھا شاید واپس منگانی پڑے، دوسری کتاب کیفیہ آپ کی نذر ہے اس کو سبقاً سبقاً پڑھیے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے تو صفحہ سطر کا حوالہ دے کر مجھ سے پوچھ لیجیے اگر آپ اس کتاب پر حاوی ہو گئے تو پھر آپ کو کسی اور کتاب کی ضرورت نہ رہے گی۔

اخلاص کیش، برجموہن دتاتریہ کیفی

خط نمبر۲

۱۷ علی پور روڈ سول لائنز دہلی ۵ جون ۱۹۴۹ء

سرکار جیو، مودت نامہ ملا، سب چیزیں دیکھ کر واپس ہیں معلوم ہوتا ہے تم نے کیفیہ دیکھنی ابھی شروع نہیں کی ورنہ کچھ دریافت کرتے، میری طبیعت پچھلے دنوں اچھی نہیں رہی گرمی بہت رہی اور ہے وہ تو آندھی آجاتی ہے اور بوندا باندی ہو جاتی ہے جس سے کچھ امن ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے "میں تخیلی دنیا کا بڑا تکرار آدمی تھا" اب بھی شوق سے ویسے ہی بنے رہو، شکر گزاری کی وجہ سے دبنے دبانے کا کوئی سوال نہیں بھئی میرے لیے درازیٔ عمر کی دعا نہ مانگا کرو میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں تراسی واں سال جا رہا ہے، چار سال سے وجع مفاصل کا شکار ہوں۔ معمولی زینہ چڑھ نہیں سکتا سو پچاس قدم سے زیادہ چل نہیں سکتا، گھٹنے کام نہیں دیتے، فرش پہ بیٹھ نہیں سکتا کرسی پہ پڑا رہتا ہوں، اب دوسری طرف آیئے، احباب اور ہم ذوق لوگ سب تتر بتر ہو گئے ان دونوں دہلیوں میں صرف ایک سید بیخود[1] رہ گئے ہیں سو مجھ سے تین برس بڑے اور میرے ہی جیسے معذور میاں لوگوں کے دل بدل گئے ہیں کایا پلٹ گئی ہے یہ سب دیکھتا ہوں اور زہر کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہوں خیر تم خوش رہو۔

کیفی

خط نمبر۳

۱۷ علی پور روڈ سول لائنز دہلی ۲۸ جون ۱۹۴۹ء

واہ بھئی واہ سرکار خفا ہو گئے "برا مان گئے"، میاں میں نرا شاعر اور مصنف ہی نہیں نقاد بھی ہوں جب تم نے یہاں کے راستے پتے پوچھے تو میں نے تمہارے عندیہ کا تجزیہ کیا اور لکھ دیا کہ اگر سفر کی غرض کاروباری ہے تو خیر اور اگر صرف

---

[1] سید وحید الدین بیخود دہلوی جانشین حضرت داغ ......

...... سرکار

مجھ سے مناسب سمت سفر کی بابت کی کردو اور موسم کی سختیاں جن کا تمہیں خیال ہے ان میں کچھ نہیں کہوں گا سوائے اس کے کہ گرمی سے کم چند دن پہلے برسات شروع ہونے کی امید نہیں اس سے پہلے لمبا سفر کرنے والے کو پانی کی صراحی اور تھرمس میں برف ضرور ساتھ رکھنی چاہیئے علی گڑھ سے دلی تین چار دن سے کم کا سفر نہ ہو گا سفر میں کھانے کی چیزوں کی بابت پوری احتیاط چاہیئے خراب میوہ یا کھانا ہر موسم میں نقصان کرتا ہے مگر گرمیوں میں سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ یہاں پہنچنے سے چار روز پہلے اپنی آمد کے دن اور وقت سے مطلع کرو،

کیفی

خط نمبر ۴ [1]

۱۷ الگی پور روڈ سول لائنز دہلی

خواہ مخواہ تکلیف اٹھانا اور روپیہ کا صرف، میاں روپیہ بہت بڑی چیز ہے اس کو سنبھال کر رکھو اگر دنیا میں رہنا ہے، اور مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہو گے ایک تراسی برس کا بوڑھا پاس سے دن کو اوٹ دکھائی نہ دے، دور کی بھی آواز سنائی نہ دے نہ اس کے ہاتھ کام دیں نہ ٹانگیں نہ وہ چل سکے نہ زینہ چڑھ سکے ہاں بیٹھا بیٹھا دنیا بھر کی باتیں کر سکتا ہے، میاں میں تو دنیا کے لیے عبرت کا سبق بن گیا ہوں، تمہاری نادیدہ محبت قدر کے قابل ہے، آپ کے بھائی طبیب ہیں اچھی بات ہے خدا ان کے ہاتھ میں شفا بخشے، بھئی نادیدہ محبت تو ہو سکتی ہے لیکن نادیدہ علاج نہیں ہو سکتا، میاں یہ تو سوچو کہ جس زندگی سے میں تنگ آ گیا ہوں اس کے بچانے کے لیے دوستوں کو تکلیف دینا حماقت نہیں تو کیا ہے، میں خبطی نہیں نزلیست ہمت ہوں لیکن حقائق بدیہی سے کیونکر آنکھیں بند کر سکتا ہوں اس بیماری کو پورے چار برس ہو چکے، جو اتنا تو ہو سکتا تھا ہو چکا یہ ٹھیک ہے کہ ان چار برسوں میں ڈاکٹری علاج ہی ہوتا رہا یعنی ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک مرض میں جو کمی ہوئی ہے وہ ہومیوپیتھک سے ہاں یونانی علاج شروع سے ہوا ہی نہیں کیونکہ کوئی اچھا طبیب ملا ہی نہیں حکیم حسین احمد امروہی یہاں طبیہ کالج میں تھے ان کی بتائی ہوئی سورنجان شیریں اور خمیرہ ابریشم کھانا شروع ہی کیا تھا کہ وہ خود بیمار ہو کر امروہہ یا کہیں چلے گئے، میاں ان باتوں میں کیا رکھا ہے، کسی روز اخبار میں پڑھ لینا کہ وہ بوڑھا گنہگار چل بسا لو یہ شعر سنو،

کیا کروں سر پہ طبیبوں کا میں احسان لیکر
یہ مرض جائے کبھی تو جائے مری جان لیکر

حاصل زیست ہے یہ درد مسیحا مجھ کو
آپ کیا آئے ہیں یہ دعوت درماں لیکر

تھا مرے سینہ پُرداغ سے جنت میں شور
کون آیا یہ گلستاں میں گلستاں لیکر

اور شعر یاد نہیں آتے،

کیفی اک مرد موحد ہے تو پھر کیا کرتے
اپنی امت میں اسے گبر و مسلماں لیکر

کیفی

---

[1] اس خط پر تاریخ نہ تھی،

مرکار

تصور حسین زیدی

# مولانا عرشی

(موصوف کی اکسٹھویں سالگرہ پر ــــــ نذرِ عقیدت)

تپشِ دل سے ہوا دانش و بینش کو فروغ — جستجو بن کے چلی منزل کا اشارہ بن کر
سخت کوشی و ریاضت کے نہاں خانے میں — قطرۂ خونِ جگر چمکا شرارہ بن کر

---

تشنگی بڑھتی گئی، بڑھتی گئی، بڑھتی گئی — خالی ہوتے گئے مینا و خم و ساغر و جام
ہو سکے تر نہ مرے رندِ بلانوش کے لب — ظرفِ میخوار سے اونچا ہوا میخانہ کا نام

---

زہر ہر خوں رنگ رگ رگ و پے میں اتر آہی گیا — تلخیِ کام و دہن آئی گوارا بن کر
یوں ملا فہم و فراست کو بصیرت کا سراغ — شبِ تیرہ بھی سمٹ آئی ستارا بن کر

---

آئے پیغام بھی جلوت کی طرف سے — تو نے بے کیفیِ خلوت کا مگر ساتھ دیا
پھول پہلے تو کبھی ایسے لبِ رنگیں تھے — تو نے کانٹوں کے مگر ہاتھ میں ہاتھ دیا

---

ہاں یہی وقت گریزاں جو ٹھہر جائے ابھی — اور دنیا پڑھے بیتے ہوئے لمحوں کا حساب
بزمِ جلوت کو حساب اہلِ طرب ہی جانیں — تیرا ہر لمحۂ خلوت ہے مگر رنجِ کتاب

---

طے کیا بیٹھ کے محبس ہی کتب خانے کے — بکھریں رشتِ طلب موجِ صبا کی مانند
ذہن چھلنی ہوا اور اک ہو سینہ بھی چاک — خونِ دل بہہ گیا خونِ کفِ پا کی مانند

---

ہو گئی کارگہِ فکر و نظر جب روشن — قلبِ آگاہ نے دہرا دیے پارینہ سبق
تیرے ابرو کا اک ادنیٰ سا اشارہ پاکر — خود الٹنے لگے بوسیدہ کتابوں کے ورق

---

اور مسلمان کی بے روح ریاضت کے نشاں — آئینہ خانۂ ہستی میں چمک اٹھنے لگے
پا کے اک لمسِ صباحت چمن جاگ اٹھا — چہرے مرجھائے ہوئے پھول مہک اٹھنے لگے

---

ذہن بیدار ہوا، فکر نے انگڑائی لی — پاکیِ نفس نے خوابوں کو طہارت بخشی
سحرِ اخلاص سے احساسِ صداقت جاگا — سادگی نے ترے لہجے کو متانت بخشی

---

عزم و جرأت نے بڑھائے متزلزل قدم — لکھ گئی ایک کتاب، اور کتاب، اور کتاب
بڑھ گیا ان کے خلاف اور بھی تحریری ثبوت — ڈالتے آئے ہیں جو منصبِ شرقی پہ نقاب

---

یوگندر دیپال صابر

## حسن

چاند گلفام صنم زہرہ جبیں کہتا ہے — پھول کہتا ہے کبھی شمع کبھی کہتا ہے
حسن در اصل کوئی چیز نہیں ہے صابر — عشق خود اپنے تصور کو حسیں کہتا ہے

---

# آندھرا پردیش میں اردو

(معاصر انگریزی روزنامہ "انڈین ایکسپریس" نے اپنی ۱۱ مارچ کی اشاعت میں "آندھرا پردیش میں اردو" کے عنوان سے ایک بڑا اصولی اور خیال انگیز اداریہ سپردِ قلم کیا ہے جس کا ترجمہ شاد تمکین "ہماری زبان" کے لیے درج ذیل ہے۔ ادارہ)

زبان کی بنیاد پر ریاستوں کی تنظیم نو اس اعتبار سے خاص قسم کی تشویش کا باعث ہو سکتی ہے کہ اس کے بعد بھی مخصوص علاقوں کی طرح خصوصیات جیوں کی تیوں برقرار رہیں۔ اگرچہ تنظیم نو کے نتیجے کے طور پر ذہنوں میں خاصی تبدیلیاں ہوئیں۔ مہاراشٹر کی تشکیل کے وقت بعض ذہنوں میں یہ خیال یا خوف تھا کہ بمبئی کی مخصوص رنگا رنگی ختم ہو جائے گی اور وہ صرف ایک ریاستی شہر ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن یہ خطرہ غلط ثابت ہوا اور بمبئی آج بھی پہلے کی طرح ہندوستان کی قومی اور اقتصادی زندگی اور متنوع تہذیب کا نمائندہ ہے۔ آج بھی یہ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور مختلف زبانوں کے بولنے والوں کا مرکز ہے۔ بلکہ اس کی رنگا رنگی میں پہلے سے کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ اسی طرح حیدرآباد جیسا کہ پنڈت نہرو نے کہا تھا، آج بھی مختلف تہذیبوں کا سنگم ہے۔ باوجود اس کے کہ اب حیدرآباد کی سیاسی حیثیت کچھ بدل گئی ہے اور اب وہ ریاست حیدرآباد کے بجائے آندھرا پردیش کا دارالخلافہ ہے۔ حیدرآباد اور اس کے آس پاس کے تلنگانہ علاقے میں ہندو اور مسلمان، اردو، تلگو، مراٹھی اور کنڑ بولنے والے ایک زمانے سے نہ صرف یہ کہ ساتھ رہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے بہت قریب اور ہم آہنگ ہیں۔ آندھرا پردیش ۱۹۵۶ء میں وجود میں آیا لیکن یہ بڑی قابلِ قدر بات ہے کہ اتنے سال گزر جانے کے باوجود ہم آہنگی کی وہ خوشگوار فضا قائم ہے جو پہلے تھی۔ یہ اس علاقے کے عوام کی وسیع القلبی کا ثمر ہے۔ ملک کی جذباتی ہم آہنگی کے نقطۂ نظر سے آج کوئی بات اس سے زیادہ ضروری نہیں ہے کہ موجودہ ہم آہنگی کی فضا برقرار رہے۔

اس لیے یہ امید بے جا نہیں کہ جاری مالی سال کے اجلاس میں آندھرا پردیش اسمبلی میں زبان کے تعلق سے جو بل پیش کیا جانے والا ہے اس میں ریاست کی موجودہ جذباتی فضا کا خیال رکھا جائے گا۔ بعض خوشگوار تاریخی حالات کی وجہ سے اردو کو ایک زمانے سے عوام کی زندگی میں ایک مخصوص حیثیت حاصل ہے۔ سوال تلگو اور اردو کے مقابلے یا رقابت کا نہیں ہے، سوال ہے حقائق کے حقیقت پسندانہ احساس کا اور ان کی بنیاد پر مناسب انتظامات کا۔ آندھرا پردیش کے تمام بہی خواہ اور تمام وہ لوگ جو ملک میں جذباتی ہم آہنگی کی قوتوں کو مضبوط ہوتے ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، اس بات کی امید کرتے ہیں کہ زبان کے نئے بل میں اردو کو اس کا وہ حق دیا جائے گا جس کی وہ مستحق ہے۔ ریاست بننے کے بعد سے یکے بعد دیگرے جو مختلف چیف منسٹر برسر اقتدار آئے، ان کے بیانات کو دیکھتے ہوئے اس توقع کے پورا ہونے کی سو فی صدی امید ہے۔

مراسلات

## فلسفۂ شعر کی اور حقیقت ہے کیا
## حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں رو برو

فرید صاحب نے شعر مذکور کو بحر منسرح میں ثابت کرنے کے لیے تقطیع، وزن، اور بحرِ حقیقی و غیر حقیقی کا طلسمی محل تیار کر کے بے دلیل تحریر فرما دیا کہ بحر بسیط میں مستفعلن کو "طے" نہیں کرتے۔ یہ رکن سالم رہتا ہے۔ زحافات کا عمل صرف فاعلن پر ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ مستفعلن میں زحافت "طے" کے عمل سے کون چیز مانع ہے؟ بحر مجتث کی طرح یہاں رکن "مس تفع لن" مفروقی نہیں۔ کہ زحافت طے کا عمل نہ ہو سکے۔ آپ نے آخر میں بحر مجتث کے تحت لکھا تو ہے لیکن وہاں زحافت "طے" کے عمل نہ کرنے کی وجہ نہیں لکھی، کیونکہ آپ بر بنائے غلط فہمی "مس تفع لن" مفروقی کی جگہ مستفعلن مجموعی تحریر فرما گئے ہیں۔

بحر بسیط میں زحافت طے آ سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں نصیر المحققین علامہ طوسیؒ کا قول ہے کہ

"بپارسی شاید کہ ہمہ ارکان مخبون بکار دارند یا ہر چہ فاعلن بود مخبون بود و بس، و شاید کہ ہر دو مستفعلن مطوی بود مثال مطوی از بحر دو شعر

دو رہ مدارا ے صنم لب، ز لبم

"تا بغزاید بدل درد غم"

(مفتعلن فاعلن مفتعلن)

آگے آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شعر مذکور کو بحر بسیط کا شعر قرار دینے سے صرف ایک ہی زحافت سے کام چل جاتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ اسی وزن میں فاعلن کی اذالت بھی جائز ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جگہ نقطہ کیونکر پہلی بات کے ثبوت میں کس طرح واقع ہو گیا؟ فاعلن کی اذالت کا مستفعلن کے زحافت "طے" سے کیا واسطہ؟ غالب کا شعر

آب بہ خجلت بزد روی سکندر بخود
جاں بہ خبر میں بخشی نقد خضر نا رد ا

پیش کر کے آپ فرماتے ہیں کہ اس شعر میں مشعر ہے۔ وزن مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن دو بار ہے۔

قابل عرض یہ ہے کہ کتب عروض میں بحر بسیط کی مثالوں میں یہ وزن نہیں تو بحر منسرح کی فروعات میں برابر موجود ہے۔ عرض یہ ہے کہ مفعولات سے فاعلات بنانے سے مفعوم مطوی ہے۔ اور غالب کا یہ شعر بحر منسرح کا ہے بحر منسرح مثمن میں اذالہ کا کیا کام؟ اگر عروض و ضرب میں فاعلان آتا ہے تو وہ مطوی موقوف ہے اور فاعلن مطوی مکشوف (واضح بشین معجمہ) جیسے اس شعر میں

بیٹھ تو بیٹھو ہیں یار کچھ تو چھوڑو دل کو قرار
مفتعلن . فاعلات مفتعلن . فاعلان

تو جو گیا اے نگار صبر و تحمل کہاں
مفتعلن . فاعلات مفتعلن . فاعلن

اصلی فاعلات کو مطوی موقوف سمجھنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ زحاف وقف یا کشف عروض و ضرب سے متعلق ہے حشو میں جائز نہیں۔ اسی لیے علامہ طوسیؒ نے لکھا ہے کہ۔ "چوں ایں وزن چہار خانہ شود، سقط یا غیر سقط رکن دوم ہر دو مصرع ہم مطوی موقوف یا مکشوف بکار دارند بر قیاس عروض و ضرب۔" جب وزن چہار خانہ (مربع) ہو گا تو ہر خانہ ایک مصرع کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور پورا وزن مشطور ہو کر مضاعف ہو گا۔ اس طرح آدھا مصرع ایک مصرع ہوا، اور وقف یا کشف بمنزلۂ عروض و ضرب ہو گا ورنہ یہ وزن بحر منسرح کا ہو ہی نہیں سکتا۔

چونکہ زیر بحث شعر کا وزن مفتعلن فاعلن (چار بار) ہے اور فاعلن مفعولات سے مکشوف ہے اور رکن مکشوف یا زحاف کشف درمیان مصرع ناجائز ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ شعر مذکور بحر منسرح میں نہیں۔ بلکہ بحر بسیط ہی میں ہے۔

(تسخیر نجمی)

## شیوۂ اہلِ نظر

حال ہی میں ڈاکٹر محمد حسن کی ایک تصنیف "دہلی میں اردو شاعری کا فکری اور تہذیبی پس منظر" شائع ہوئی ہے۔ چونکہ میں مرزا عبدالقادر بیدل پر تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہوں، میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، اور جہاں جہاں بیدل یا ان کے معاصرین کا ذکر آیا ہے نوٹ کرتا چلا گیا۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵۰ اور ۲۵۱ پر بیدل کے ہم عصر موسوی خان فطرت کے متعلق ذیلی حاشیوں میں مخزن نکات اور نوائے وطن کے دو حوالے درج کئے گئے ہیں۔

دوسرا حوالہ یوں ہے:۔

"شاد نے نوائے وطن میں موسوی خان فطرت کے استاد ملا محمد علیم تحقیق کے دو اردو اشعار نقل کیے ہیں۔"

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

(بہ شکریہ استاد سید محمد مسعود حسن صاحب رضوی)

مگر مندرجہ ذیل دو حوالوں سے شاد مرحوم کے اس بیان کی تردید ہو جاتی ہے کہ فطرت کے استاد ملا محمد علیم تحقیق تھے:۔

(۱) "۱۹۲۳ میر محمد علیم تحقیق تخلص، ولد میر بدیع الزماں سمرقندی المشہد بہ میر تحقین شاگرد رشید میرزا معز موسوی خان فطرت در بلدہ عظیم آباد خوش می گزرانید۔" (سفینۂ خوشگو مرتبہ عطا کاکوی صفحہ ۲۵۵)

(۲) "ملا محمد علیم تحقیق کو مرزا معز موسوی خان فطرت سے تلمذ تھا۔"

(بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا، صفحہ ۲۰۲، از ڈاکٹر اختر اورینوی)

خوشگو اور تحقیق کے شاگرد لالہ اودھ چند الفت کے مابین خط و کتابت رہی ہے۔ علاوہ ازیں خوشگو تحقیق کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے ان کا قول زیادہ معتبر اور مستند ہے۔ خدا جانے شاد مرحوم کا ماخذ

کیا تھا؟

میں نے پہلے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا۔ موصوف نے جواباً تحریر کیا کہ میں مسعود حسن صاحب رضوی سے رجوع کروں۔ میں نے مسعود صاحب کی خدمت میں بھی خط روانہ کیا اور ساتھ ہی جوابی لفافہ بھی۔ موصوف نے میرے خط کو قابلِ اعتنا ہی نہ سمجھا۔ میں نے استدعا کی تھی کہ آپ اپنی رائے گرامی سے نوازیں تاکہ میں کسی قطعی نتیجے پر پہنچ سکوں۔ اس قسم کے شیوۂ اہلِ نظر پر غالب کی زبان میں ؎

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

قارئین "ہماری زبان" سے التماس ہے کہ بیدل کی تصانیف کے مخطوطے اور بیدل سے متعلق کچھ مواد ان کے پاس ہو یا انھیں اس کا علم ہو تو از راہِ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

(پروفیسر امانت، سدا ڈیا کالج پٹنہ)

## معلومات

"ہماری زبان" کے یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں جناب عابد رضا بیدار نے ماہنامہ "معلومات" لکھنؤ کا نہایت ہی مختصر طور پر تعارف پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "لکھنؤ کا یہ ماہنامہ جو غالباً جولائی ۱۹۱۴ء سے نکلنا شروع ہوا اس کے مالک اور ایڈیٹر والی تھے۔ ........ جنوری تا جون ۱۹۱۵ء کے شمارے ہمارے پیش نظر ہیں......"

عابد صاحب مندرجہ بالا شمارے کے مضامین کی فہرست و اقتباس وغیرہ پیش کرنے کی بجائے "المیزان" علی گڑھ کا تعارف پیش کرنے لگے ہیں اور اس طرح ہم رسالہ "معلومات" کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان پاتے کہ اس میں کس طرح کے مضامین شائع ہوتے تھے؟ سالانہ قیمت، ضخامت، دفتر کا پتہ، مطبع کا نام وغیرہ کیا تھا؟

انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ "اردو" (ایڈیٹر مولوی عبدالحق بی۔اے) کے جولائی ۱۹۳۴ء کے شمارہ میں تبصرہ کے کالم میں صفحہ ۶۸۵ پر "معلومات" پر بھی ریویو ہے جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً ۱۹۱۶ء میں "معلومات" بند ہو گیا تھا اور اب اٹھارہ برس بعد ۱۹۳۴ء میں اس کا دوبارہ اجرا ہوا ہے۔ "اردو" نے اس رسالہ کی بہت تعریف و حوصلہ افزائی کی ہے۔ "اردو" میں تبصرہ اس طرح ہے:۔

معلومات

(ماہانہ۔ ایڈیٹر جناب عبدالوالی صاحب بی۔اے لکھنؤ
سالانہ چندہ پانچ روپے)

ہمیں جس قدر "معلومات" کے بند ہونے پر افسوس ہوا تھا اس سے زیادہ اس کے دوبارہ اجرا پر خوشی ہوئی۔ اٹھارہ برس کی مدت کچھ کم نہیں ہوتی۔ اس عرصے میں دنیا کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ سیاسیات، معاشیات، طرزِ خیال، علم و فن میں انقلابِ عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ ایسے انقلابی زمانے میں جب کہ ہمارے اخبار اور رسائل اپنی پرانی ڈفلی پر وہی پرانا راگ الاپ رہے ہیں "معلومات" جیسے رسالے کی شدید ضرورت تھی۔ وہ ملک میں حرکت اور دلوں میں سچا جوش پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ رسم و رواج، بے معنی تقلید، فرسودہ خیالات اور افکار رفتہ نظریوں کے جھاڑ جھنکار کو صاف کرکے نئی راہِ عمل، روشن خیالات اور زندہ تحریکات پیش کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ پرانے کھنڈروں کو مسمار کرکے جدید خوشنما عمارتیں تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ وہ مردہ اور مردہ دلوں کا دشمن اور زندوں اور زندہ دلوں کا ساتھی ہے۔ معلومات اسم بامسمیٰ رسالہ ہے۔ اس کا فاضل اڈیٹر اپنے ملک کے حالات اور دنیا کی تحریکات سے باخبر ہے اور اپنے اہلِ وطن کو ان سے باخبر کرنے اور رکھنے کا آرزومند ہے۔ وہ ناصح بے عمل نہیں۔ اس نے اس اٹھارہ برس کی مدت میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے۔ آنکھیں بند کرکے خوں کے ساتھ نہیں رہا بلکہ جو کچھ گزرا اسے اس نے آنکھیں کھول کے دیکھا، غور کرکے سمجھا اور بہت کچھ حاصل کیا۔ اس مشاہدے اور تجربے اور مطالعہ کے نتائج وہ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے۔ کون ہے جو ان کے قبول کرنے سے ابا کرے گا؟ وہ اپنے خیال کے اظہار میں نہایت جری اور بے باک ہے۔ اس کے بیان میں جوش، قوت اور سادگی ہے۔ اس کے خیالات میں تازگی اور زندگی ہے۔ اس کے دل میں آگ ہے جو دوسروں کو گرمائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کی رایوں سے اختلاف ہو مگر اس کی صداقت اور خلوص میں شک نہیں ہو سکتا۔

یہ بہت قابلِ قدر رسالہ ہے اور اردو زبان میں اپنی نوعیت کا ایک ہی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ رسالہ ہر اردو پڑھے لکھے شخص کے ہاتھ میں ہو۔ اس وقت کی ضرورت اسی کی متقاضی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ استدعا رائگاں نہیں جائے گی۔"

(مناظر عاشق ہرگانوی)

---

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔

(ادارہ)

# آندھرا پردیش میں اردو کے قانونی موقف کا مطالبہ

## یوم اردو کی روداد

(مرتب: سری نیواس لاہوٹی)

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے ریاستی سرکاری زبان بل میں اردو کے قانونی موقف کے تعین کے لیے "یوم اردو" منانے کی جو اپیل کی تھی تاکہ انجمن نے مجوزہ بل میں جو ترمیمات پیش کی ہیں ان کے لیے رائے عامہ ہموار کی جائے اس پر سارے آندھرا پردیش میں ماہ فروری ۱۹۶۶ء کے پہلے ہفتے میں شاندار پیمانے پر اردو ہفتہ منایا گیا۔ شہر حیدرآباد کے علاوہ بارہ اضلاع کے مستقر اور تعلقہ جات و مواضعات میں تقریباً پچاس سے زائد جلسے منعقد ہوئے۔ ان جلسوں میں مختلف سیاسی جماعتوں، ادبی اور تہذیبی انجمنوں اور سماجی تنظیموں سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیتوں نے حصہ لیا۔ یوم اردو کے جلسوں کو پارلیمنٹ، اسمبلی، قانون ساز کونسل کے اراکین، سابق وزراء اور ایک سابق گورنر کے علاوہ کانگریس کے [illegible] کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں اور ضلع پریشدوں کے صدور نے بھی مخاطب کیا۔ ہندی اور تلگو اداروں کے سربراہوں نے ان جلسوں میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اردو کے جائز مطالبے کی تائید میں اپنی آواز بلند کی۔ اس اردو ہفتہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اردو کو قانونی موقف دینے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ اردو والوں نے تلگو کو بھی سرکاری زبان قرار دینے کے مطالبے کی بھی شدت سے تائید کی۔ چنانچہ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے معتمد عمومی پروفیسر حبیب الرحمن نے اپنے ایک خصوصی بیان میں اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ "انگریزی کو سرکاری زبان کی حیثیت سے ہٹانے کا مسئلہ کئی سال سے معطل میں پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے تلگو اور اردو بولنے والوں میں خاصی بے چینی پائی جاتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے تصفیہ میں زیادہ دیر نہ کرے بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو اس مسئلہ کی یکسوئی عمل میں لائے تاکہ آندھرا پردیش میں تلگو کو قانونی طور پر سرکاری زبان کا درجہ مل سکے۔"

ریاست آندھرا پردیش کے طول و عرض میں انجمن ترقی اردو کی اپیل پر اردو بولنے والوں نے "یوم اردو" منا کر اس بات کو ثابت کر دیا کہ اردو ادارے اور تنظیمیں اردو تحریک کی مرکزیت کا احساس رکھتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ان میں صلاحیت ہے۔ چنانچہ اسی احساس کے پیش نظر حیدرآباد کے اردو کارکنوں نے مشترکہ طور پر بھی ایک یادداشت وزیر قانون کی خدمت میں بھی پیش کی تاکہ حکومت کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اردو بولنے والے منتشر ہیں اور ان کی کوئی مشترکہ آواز نہیں ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ انجمن ترقی اردو نے محکمہ لیجسلیچر LEGISLATURE کے ایما پر ایک آزاد رکن اسمبلی نے تلگو کو سرکاری زبان بنانے کے لیے جو مجوزہ قانون پیش کیا ہے اس میں واضح طور پر اپنی جانب سے جو ترمیمیں پیش کی تھیں انھیں ترمیموں کو بعد میں تمام اردو اداروں اور افراد نے مشترکہ طور پر حکومت کے پاس پیش کر دیا تاکہ اردو والوں کی مشترکہ آواز کو حکومت نظر انداز نہ کر سکے۔

شہر حیدرآباد میں یوم اردو کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ پینتالیس سے زائد ادبی اور تہذیبی اداروں نے مشترکہ طور پر اور علیحدہ علیحدہ اپنے جلسے منعقد کیے اور انجمن کی اس یادداشت کی تائید کی جو حکومت کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین نے صحافتی بیانوں کے ذریعے اردو کو قانونی موقف دیے جانے کے مطالبے کی بھرپور تائید کرتے ہوئے اسے تقویت پہنچائی۔

شہر حیدرآباد میں ریاستی انجمن کی جانب سے ایک جلسۂ عام ۲۹ر جنوری ۱۹۶۶ء کو اردو ہال میں بلایا گیا تھا جس کی صدارت گجرات کے سابق گورنر نواب مہدی نواز جنگ نے کی۔ اس جلسہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کو تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین کے علاوہ ہندی، تلگو، مراٹھی اور دوسری اور تہذیبی انجمنوں کے سربراہوں نے بھی مخاطب کرتے ہوئے اردو کے تعلق سے انجمن نے جو مطالبات اور مجوزہ قانون میں جو ترمیمیں پیش کی ہیں ان کی حمایت کا اعلان کیا۔

اضلاع، تعلقہ جات اور دیہاتوں میں جہاں جہاں بھی جلسے منعقد ہوئے ان کی مختصر روداد حسب ذیل ہے تاکہ "ہماری زبان" کے قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ آندھرا پردیش میں اردو والوں نے اپنی زبان کی حفاظت اور بقا کے لیے جو جد و جہد شروع کی ہے اور اس کی تائید و حمایت میں سارے آندھرا پردیش سے جو آواز بلند ہوئی ہے وہ صدا بصحرا ثابت نہیں ہو سکتی۔

### (۱) ضلع اننت پور

(الف) مستقر ۳ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر جلسہ سری نیواس لاہوٹی۔ مقررین: ڈاکٹر رضی الدین صدر شعبہ اردو شری وینکٹیشورا یونیورسٹی۔ پیراں نظامی۔ ایم اے جبار محمد عبد الاحد۔ (ب) کدری۔ ۲ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: شاہ محی الدین حسینی۔ مقررین: محبوب علی ایڈوکیٹ۔ کے فرید خاں۔ ڈاکٹر ایم اے سکندر خاں اور سری نیواس لاہوٹی۔ (ج) گنتکل۔ ۳ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: غوث پاشاہ صاحب۔ مقررین: تاج ہاشمی۔ ڈاکٹر عبد الجبار شاداں اور سری نیواس لاہوٹی۔ (د) ہندوپور۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: الحاج عبد الوحید صاحب سابق چیرمین میونسپل کونسل۔ مقررین: حاجی پیراں نظامی۔ مولانا بشیر احمد۔ مولوی عبد اللطیف عبد الشکور اور سری نیواس لاہوٹی۔

### (۲) ضلع محبوب نگر

(الف) مستقر محبوب نگر۔ ۲ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر جلسہ وی کے سدی لنگیا نائب صدر کانگریس۔ مقررین: بی ہنمنت راؤ ایم پی۔ ستو رنگیا صدر بلدیہ۔ پروفیسر حبیب الرحمن اور نصرت فاروقی ایڈوکیٹ۔

(ب) جڑچرلہ۔۲۱ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: گپتہ کیشو لو ایم۔ایل۔اے۔ مقررین: بی۔ٹی۔ بھلیا۔ نصرت فاروقی ایڈوکیٹ۔ محمد غوث۔ اکبر شریف بابر۔ (ج) کوتہ کوڑ۔ ۵ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی وینکٹ ریڈی۔ مقررین: ڈاکٹر نرسمہا راؤ اور رام ریڈی۔ (د) کوشنگل ۵ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: عبدالرزاق صاحب قمر ایڈوکیٹ۔ (ھ) کوسگی ۵ رفروری ۱۹۶۶ء صدر: بی تیجیا صدر کانگریس۔ (و) ناگر کرنول ۹ رفروری ۱۹۶۶ء (ز) آتما کور ۹ رفروری ۱۹۶۶ء۔ (ح) گدوال ۳ رفروری ۱۹۶۶ء (ط) کلتھل۔ ۵ رفروری ۱۹۶۶ء (ی) اکنور ۶ رفروری ۱۹۶۶ء

## (۳) ضلع کھمم

(ا) مستقر۔ ۴ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی نرسمہا راؤ جیوتی ایڈوکیٹ۔ مقررین: ہیرا لال موریا ایم۔ایل۔سی کے مدھو سدن راؤ۔ سکندر محسن۔ کے اپا راؤ۔ شیخ محبوب حسنی۔ محمد فخرالدین۔ محمد اسمٰعیل۔

## (۴) ضلع ورنگل

(ا) مستقر ۶ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ناگا ارجن راؤ۔ مقررین: کالوجی رامیشور راؤ۔ ٹی ہیگریوا چاری ایم۔ایل۔اے (صدر تلنگانہ علاقائی کمیٹی)۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ سابق ایم۔پی۔ عبدالقادر ایڈوکیٹ۔ سوار سولی ایڈوکیٹ۔ گنگو ستیہ نارائن۔ دامودر راؤ اور نجم نکہت صاحبہ۔

نوٹ: اس کے علاوہ ورنگل کے دوسرے نواحی علاقوں قاضی پیٹ، شہزادہ اور چار باؤلی میں بھی علحدہ علحدہ جلسے ہوئے جس میں دوسرے مقررین کے علاوہ شری محمد وسم محی الدین ایم۔ایل۔سی قابل ذکر ہیں۔

بلدیہ ورنگل کے تمام اراکین نے انجمن کے مطالبے کی حمایت کرتے ہوئے مشترکہ طور پر ایک دستخطی بیان جاری کیا۔

ضلع پریشد کے چودہ اراکین نے بھی اردو کے جائز مطالبے کی حمایت کی اور صحافتی بیان جاری کیا۔

## (۵) ضلع عادل آباد

(ا) مستقر۔ ۳ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی نرسا ریڈی ایم۔ایل۔اے صدر ضلع کانگریس کمیٹی۔ مقررین: جے۔وی نرسنگ راؤ صدر آندھرا پردیش الکٹری سٹی بورڈ۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ۔ عارف خاں ایم۔ایل۔سی۔ گنگا ریڈی صدر ضلع پریشد۔ شنکر لال میر مجلس بلدیہ۔ (ب) اسر پور ٹاؤن ۳ رفروری ۱۹۶۶ء سلیم اللہ خاں منتظم دار کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔

## (۶) ضلع نلگنڈہ

(ا) دیورکنڈہ۔ ۴ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ایم کنڈل راؤ ایڈوکیٹ۔ مقررین: آر رنگا راؤ۔ ڈی پلا ریڈی ایڈوکیٹ۔ زین العابدین۔ (ب) ناگارجن ساگر ڈیم ۴ رفروری ۱۹۶۶ء۔

## (۷) ضلع کڑپہ

(ا) مستقر۔ ۷ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی باسی ریڈی سابق رکن پارلیمان۔ مقررین: پی نارائن آچاریہ۔ شری سبا رام راجو ایم۔ایل۔سی۔ سری نواس لاہوٹی اور عبدالستار صاحب۔ (ب) راجوٹی۔ راجم پیٹ اور پرودو ٹور میں بھی جلسے منعقد ہوئے اور انجمن کے مطالبات کی تائید کی گئی۔

## (۸) ضلع کرنول

(ا) مستقر۔ ۵ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پروفیسر حبیب الرحمٰن۔ مقررین: پروفیسر فقیر پاشا قادری۔ عبدالرزاق فاروقی۔ شیخ محمد نظامی۔ عبدالغنی۔ عبدالجبار اور شمس الدین۔ (ب) ادونی۔ ۲۰ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: عبدالکریم قائل۔ مقررین: سری نیواس لاہوٹی۔ عبدالکریم رومانی لکچرر اردو۔ نکشمن ریڈی لکچرر تلگو۔ عبدالرزاق، عبدالرؤف خاں اور محمد اسمٰعیل ایڈوکیٹ۔

## (۹) ضلع کرشنا

(ا) وجے واڑہ۔ ۹ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: شریف اقبال حسین احمد ایڈوکیٹ۔ مقررین: کوٹیشور راؤ ایم۔ایل۔اے۔ دسرتھ رام۔ عبدالرحمٰن ایڈوکیٹ۔ سری رام مورتی ایڈیٹر "وجے واڑہ"۔ محبوب علی اور نزار زرانی

## (۱۰) ضلع نظام آباد

(ا) مستقر۔ ۵ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ڈاکٹر کے وی ریڈی ایم۔ایل۔اے۔ مقررین: جمیل الرحمٰن (کمیونسٹ پارٹی) ہری ناراین ایم۔ایل۔اے۔ مدن لال گپتا ایڈوکیٹ۔ سید یوسف ایڈوکیٹ۔ مرزا وحید احمد بیگ ایڈوکیٹ۔ (ب) شنکر نگر۔ ۳ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ایم سری نیواس راؤ صدر پنچایت سمیتی۔ مقررین: اے کے وی ریڈی صدر ضلع کانگریس کمیٹی۔ عالم علی خاں اڈمنسٹریٹو آفیسر نظام شوگر فیکٹری۔ ہریندر کمار استھانہ۔ حافظ رفیق احمد۔ مرزا وحید احمد بیگ اور ساحر حیدرآبادی۔ (ج) بودھن۔ ۳۰ رجنوری ۱۹۶۶ء۔ صدر: رام ریڈی۔ مقررین: رکما ریڈی۔ چنا ریڈی۔ عبدالرحیم اور ڈاکٹر غلام نصیرالدین۔ (د) آرمور ۶ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: پی تما ریڈی صدر کانگریس۔ مقررین: کے۔وی نرسمہا ریڈی ایڈوکیٹ۔ عبداللہ المنصری۔ اور محمد احمد صابری گتہ دار (ھ) کاما ریڈی۔ ۶ رفروری ۱۹۶۶ء صدر: خواجہ معین الدین ایم۔اے۔ مقررین: پی نرسمہم۔ امتیاز الدین اور فہیم بیگ وغیرہ۔ (و) کوشگیر۔ ۶ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: مادھو راؤ دیش پانڈے سابق ایم۔ایل۔اے۔ مقررین: محمد یوسف علی وغیرہ۔ (ز) بانسواڑہ ۲۰ رفروری ۱۹۶۶ء۔

## (۱۱) ضلع کریم نگر

(ا) مستقر۔ ۶ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: جے چوکا راؤ صدر ضلع پریشد کریم نگر۔ مقررین: عابد علی خاں ایڈیٹر سیاست، مکند لال مصرا ایڈوکیٹ رام پال لاہوٹی۔ ایم رام گوپال ریڈی ایم۔ایل۔اے۔ پریم ستادو میر مجلس بلدیہ۔ جگا ریڈی ایڈوکیٹ۔ مکند ریڈی۔ ڈاکٹر وینکٹ رام راؤ معتمد کمیونسٹ پارٹی اور کمال کریم نگری۔ (ب) جگتیال۔ ۶ رفروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ایم رام گوپال ریڈی۔ ایم۔ایل۔اے۔ مقررین: جگیا میر مجلس بلدیہ۔ مکند لال مصرا ایڈوکیٹ رمنا چاری اور عبدالقادر فاروقی ایڈوکیٹ۔ (ج) کورٹلہ یکم فروری ۱۹۶۶ء

صدر: وی بسنت راؤ۔ مقررین: وجے رنگ راؤ ایم۔ ایل۔ اے۔ رام گوپال راؤ دیش کھ، بیشونت راؤ۔ گنگا رام جنگریا اور محمد اسمٰعیل۔

(د) دیلوڑہ۔ ۱۰ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: مرتجیم۔ مقررین: چندرا موہلی۔ جگموہن سنگھ۔ کنڈیا۔ محمد یوسف۔ آر ستگیا اور محمد فخرالدین۔

(ہ) بدایلی۔ ۶ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وی رتیا۔ مقررین: پنڈو سنگھ اور دوسرے۔ (و) گنگے پلی۔ ۳ر فروری ۱۹۶۶ء

## (۱۲) ضلع میدک

(ا) جوگی پیٹ۔ ۱ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: لکشما ریڈی ایم۔ ایل۔ سی۔ مقررین: مری بت ڈو ایڈوکیٹ۔ ڈاکٹر سی۔ دین اشتیاق، شیام سندر ایم۔ اے۔ جیندر آریہ۔ رکن الدین ایڈوکیٹ اور سردار اکیل۔ (ب) ظہیر آباد۔ ۴ر فروری ۱۹۶۶ء صدر: قادر محی الدین ایڈوکیٹ۔ مقررین: رام راؤ بمپاڈ کر معتمد کمیونسٹ پارٹی۔ شیخ محمود ایڈوکیٹ۔ خواجہ علی۔ عبدالحکیم جمال۔ سید بشیرالدین اور ایم۔ ایس غوری۔ (ج) سدا شیو پیٹ۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: وینکٹ راملو صاحب۔ مقررین: قادری اظہر وغیرہ۔ (د) امین پلی۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: بیشونت راؤ پٹیل۔ مقررین: ابو محمد وغیرہ۔ (ہ) اسد گنج۔ ۶ر فروری ۱۹۶۶ء۔ صدر: ترسیوان ریڈی۔ مقررین: احمد حسین وغیرہ۔ (و) نظام پور۔ ۵ر فروری ۱۹۶۶ء (ز) سدی پیٹ۔ ۹ر فروری ۱۹۶۶ء۔

نوٹ:۔ یہ فہرست نامکمل ہے۔ اضلاع جات سے ہنوز رپورٹیں وصول طلب ہیں۔

(مرتب)

# انجمن ترقی اردو آندھرا کے وفد کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

حیدرآباد۔ ۲۲ر مارچ۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کا ایک وفد جناب نواب مہدی نواز جنگ سابق گورنر گجرات کی قیادت میں آندھرا کے وزیر اعلیٰ کے برہما نند ریڈی سے ملا۔ اس وفد میں جناب کے۔ وی۔ رنگا ریڈی سابق نائب وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش، پروفیسر ہارون خاں شروانی، جناب رائے ست گرو پرشاد صدر مایوسی ایشن، جناب عابد علی خاں ایڈیٹر "سیاست" اور جناب حبیب الرحمٰن خاں سکریٹری ریاستی شاخ انجمن ترقی اردو شامل تھے۔ وفد نے وزیر اعلیٰ کو اردو کے قانونی موقف کے مطالبے کے سلسلے میں صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اور اس مطالبے کے سلسلے میں بعض حلقوں کی طرف سے جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں ان کو دور کیا۔ وزیر اعلیٰ نے وفد کو بتایا کہ وہ صورت حال کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور یقین دلایا کہ اردو کے تحفظ کے سلسلے میں جو اعلانات کئے گئے ان سے حکومت کے پھرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(سری نواس لاہوٹی)

# جناب امتیاز علی خاں عرشی کی اکہترویں سالگرہ کی تقریب

نئی دہلی۔ ۲۰ر مارچ ۱۹۶۶ء اتوار کے دن سپرو ہاؤس نئی دہلی کے وسیع اور پُر فضا سبزہ زار میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی اکہترویں سالگرہ کی تقریب پر جلسہ ہوا۔ اس موقع پر دلی کے تقریباً تمام ادیب اور شعرا اور اخبار نویس جمع تھے۔ جلسے میں شرکت کے لیے علی گڑھ سے پروفیسر آل احمد سرور اور ڈاکٹر مختار الدین احمد آئے تھے اور الٰہ آباد سے پروفیسر سید احتشام حسین۔ رامپور سے بھی بعض حضرات تشریف لائے، جن میں مولانا عبدالسلام پرنسپل اورینٹل کالج رامپور اور مولانا محمد اسحاق النبی علوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حاضرین کی تعداد ڈھائی تین سو کے لگ بھگ ہوگی۔ جلسے کی صدارت نائب صدر جمہوریہ ہند جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے فرمائی۔ سب سے پہلے پروفیسر محمد مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے تقریر کی اور عرشی صاحب کی علمی و ادبی خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد کرنل بشیر حسین زیدی ممبر پارلیمنٹ نے تقریر فرمائی۔ موصوف ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست رامپور میں چیف منسٹر کے عہدے پر فائز رہے تھے، اور اسی زمانے میں عرشی صاحب نے ان کے ساتھ کام کیا تھا۔ زیدی صاحب نے اس عہد کے بعض واقعات بیان کیے۔ اور عرشی صاحب کی رضا لائبریری سے محبت اور اس کی ترقی اور افادیت میں اضافے سے شغف کا خاص طور پر ذکر کیا۔ اس کے بعد رامپور کے ایک نوجوان شاعر جناب منصور حسین منصور زیدی نے عرشی صاحب کی خدمت میں اپنا منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کیا۔ یہ نظم "ہماری زبان" کے اسی شمارے میں دی جا رہی ہے۔ آخری تقریر پروفیسر آل احمد سرور کی تھی، جس میں انھوں نے عرشی صاحب کی ان مساعی پر خاص طور پر روشنی ڈالی جو موصوف نے پچھلے تیس برس میں "غالب شناسی" کے سلسلے میں کی ہیں اور جن کی وجہ سے اردو میں تحقیق و تنقید کا معیار بہت بلند ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جناب صدر بالقابہ نے حاضرین کو خطاب کیا۔ عرشی صاحب کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"عرشی صاحب کی علمی اور ادبی خدمات ہمارے اہل نظر حلقوں سے مخفی نہیں۔ انھوں نے غالب کی نظم و نثر کو بہترین ترتیب سے شائع کیا ہے۔ غالب نے جو خطوط نواب یوسف علی خاں والیٔ رامپور اور ان کے جانشین نواب کلب علی خاں کے نام لکھے تھے انھیں عرشی صاحب ہی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب بھی، جو کتاب خانۂ رامپور میں محفوظ تھا، انھیں کی کوشش سے منظر عام پر آیا۔ غالب کا تمام منظوم اردو کلام بھی انھیں نے جمع کیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ساہتیہ اکاڈمی نے انھیں اس کتاب پر ۱۹۶۱ء میں اپنا انعام دیا تھا۔

انھوں نے متعدد دوسری اردو و فارسی کتابیں بھی شائع کی ہیں اور ان سب کا معیار اتنا بلند ہے کہ ہم انھیں بے جھجک دنیا کے کسی دوسرے ملک کے تحقیقی کام کے مقابلے میں رکھ سکتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں انھوں نے امام سفیان ثوری کی عربی تفسیر قرآن مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اس تفسیر کا واحد قلمی نسخہ بھی خود انھوں نے رضا لائبریری میں دریافت کیا اور اسے اپنے معروف بلند معیار سے مرتب کر کے علمی دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔" ذاکر صاحب کی تقریر کے بعد عرشی صاحب کی خدمت میں وہ خاص کتاب (نذر عرشی) پیش کی جو اسی موقع کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اسے مالک رام صاحب اور ڈاکٹر مختار الدین احمد نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ہندستان پاکستان اور یورپ کے متعدد مصنفوں اور ادیبوں کے مقالے اور مضامین شامل ہیں (اس پر تبصرہ عنقریب شائع ہوگا) آخر میں مولانا عرشی مدظلہ نے "مجلس نذر عرشی" کا شکریہ ادا کیا اور نئے لکھنے والوں کو ہدایت کی کہ وہ محنت اور لگن سے کام کریں اور برابر اپنے کام کا معیار بڑھاتے رہیں۔ تقریب کے بعد چائے کا دور ہوا۔

(نامہ نگار)

## جدید شاعری میں ابہام کی نوعیت، پروفیسر احتشام حسین کا توسیعی لیکچر

علی گڑھ ۔ ۱۰ مارچ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے توسیعی لیکچروں کے سلسلے میں آج پروفیسر احتشام حسین کا لیکچر ہوا۔ لیکچر کا موضوع "جدید شاعری میں ابہام کی نوعیت" تھا۔ جلسے کی صدارت پروفیسر آل احمد سرور ڈین فیکلٹی آف آرٹس نے کی۔

پروفیسر احتشام حسین نے اپنے لیکچر کے شروع میں کہا کہ "ابہام" ایک اضافی صفت ہے اس لیے اس مسئلے پر گفتگو کرتے وقت اس کا پس منظر ذہن میں رہنا چاہیے۔ احتشام صاحب نے اپنے تحریری لیکچر میں ابہام کی مختلف شکلوں اور تعریفوں پر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی اور مغرب اور مشرق کے اہم ادیبوں کے خیالات کی روشنی میں شاعری اور ابہام کے مثبت اور منفی تعلق کی نشاندہی کی۔ انھوں نے کہا کہ ابہام کی نوعیت ہر زمانے میں مختلف ہوتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں جس چیز کو ابہام کہا جاتا ہے دوسرے عہد میں اس کی شکل بالکل مختلف ہو جاتی ہے۔ ابہام کا تعلق صرف شاعری سے نہیں ہے قاری یا سامع سے بھی ہے۔ شاعر بعض اوقات ایسی باتیں کہتا ہے یا ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے جن کو عام قاری سمجھنے یا محسوس کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یہاں ابہام کی وجہ شاعر نہیں قاری یا سامع ہے۔ لیکن بعض اوقات شاعر اپنے فنی نظریے، اپنے خیالات اور اپنی زبان کی وجہ سے شاعری کے ایسے نمونے تخلیق کرتا ہے جو کسی زمانے میں بھی سمجھے نہیں جا سکتے۔ ابہام کا اصل اطلاق ایسے ہی نمونوں پر ہوتا ہے۔ جدید اردو شاعری کا ذکر کرتے ہوئے احتشام صاحب نے کہا کہ آج کل عام طور سے جس قسم کی شاعری ہو رہی ہے وہ ابہام کی بری طرح شکار ہے۔ اگر یہ رجحان یونہی بڑھتا رہا تو اردو شاعری کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ مقالے کے بعد احتشام صاحب نے جدید شعراء کی کچھ ایسی نظمیں سنائیں جن پر ابہام کا سایہ بہت گہرا تھا۔

مقالے پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید اختر نے کہا کہ احتشام صاحب نے جن شعرا کو بطور مثال پیش کیا ہے وہ نئے جدید شعرا میں کوئی اہم مقام نہیں رکھتے۔ ان نظموں کو مبہم کہنے کے بجائے اگر مہمل کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ وحید اختر صاحب نے احتشام صاحب سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض ترقی پسند شعرا بھی آجکل ایسی نظمیں لکھ رہے ہیں جن کو مبہم کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر فیض، اور مخدوم محی الدین کی بعض نئی نظمیں۔

خلیل الرحمٰن اعظمی نے مقالے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ احتشام صاحب کا مقالہ بہت ہی بصیرت افروز تھا جن باتوں کی طرف احتشام نے اشارہ کیا ہے وہ واقعی قابل توجہ ہیں۔ البتہ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ شاعری میں ابہام کے مسئلے پر گفتگو کرتے وقت اشاریت اور ابہام کے نازک فرق کو عام طور سے ملحوظ نہیں رکھا جاتا، اسی لیے بعض ایسی نظموں کو بھی مبہم کہہ دیا جاتا ہے جن میں اشاریت یا رمزیت ہوتی ہے۔

احتشام صاحب نے وحید اختر صاحب اور خلیل صاحب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر پھر واضح کیا۔

آخر میں صدر جلسہ پروفیسر آل احمد سرور نے مقالے کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ احتشام صاحب نے بڑا بصیرت افروز اور خیال انگیز مقالہ پڑھا ہے۔ احتشام صاحب نے جدید شاعری کے جن منفی رجحانات کی طرف اشارہ کیا ہے ان پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ احتشام صاحب کا مقالہ ایک طرح سے خطرے کی گھنٹی ہے یعنی ہماری جدید شاعری میں بعض ایسی چیزیں راہ پا گئی ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہاں میں ابہام کے مثبت پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ شاعری یا ادب میں پھاوڑے کو پھاوڑا یا اپنی بات کو کھلے ڈلے یا براہ راست انداز میں کہنے کو میں اتنا ہی غیر مستحسن سمجھتا ہوں جتنا کہ بات کو بلا وجہ گھما پھرا کر یا مبہم انداز میں کہنے کو۔ شاعری یا ادب میں حسن اور ادبیت رمزیت اور ایمائیت ہی سے آتی ہے۔ اچھے شعر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کو پڑھتے ہی ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔ اور یہ خوبی اسی وقت آ سکتی ہے کہ شاعر اپنی بات اشارے اور رمز میں کہے جس سے ہمارا ذہنی افق وسیع ہوتا ہے۔ میں ابہام کو برا نہیں سمجھتا ہاں اشکال کو کوئی اچھی علامت نہیں سمجھتا۔ میرا خیال ہے کہ جدید شاعروں میں بعض شعراء کے یہاں بہت امکانات ہیں، اسی لیے میں اردو شاعری کے مستقبل سے نا امید نہیں۔ در اصل جدید شاعری میں ابہام کو مصوری میں تجریدی آرٹ اور مغرب کی ایسی ہی دوسری تحریکوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ابلاغ مفہوم کا نہیں تاثر یا فضا کا بھی ہو تو گوارا ہو سکتا ہے۔

(نامہ نگار)

# شاخ پٹیالہ کی ادبی نشست

پٹیالہ مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۶۶ء انجمن ترقی اردو (ہند) ماڈل ٹاؤن پٹیالہ کے زیر اہتمام گزشتہ شب سٹریہ آشرم (اگھوباجرہ) پٹیالہ میں ایک شاندار ادبی نشست منعقد ہوئی جس میں مقتدر مقامی شعراء میں سے ان الاعجاز سردار اودے سنگھ شاقؔ، جناب نوبہار صابر، جناب نازاںؔ سرحدی، جناب جیش پٹیالوی، جناب جوہر بھارتی، جناب پریم حسرت، جناب بیلش راحت، جناب وِنتا اور جناب رشی پٹیالوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس محفل شعر و سخن کی صدارت پنجاب کے مشہور ٹی بی اسپیشلسٹ ڈاکٹر خوش دیو سنگھ نے فرمائی۔ معززین شہر میں جناب گوردیپ ڈھلوں لیڈی ڈاکٹر مس گنڈا سنگھ، ڈاکٹر تلکش ویر جناب جولی اور مسنز کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے قبل ڈاکٹر خوش دیو سنگھ نے بالعموم شہریان پٹیالہ اور بالخصوص شعراء اور ادیبوں سے موجودہ حالات کے پیش نظر ہندو سکھ ایکتا برقرار رکھنے کی اپیل کی۔ یہ محفل رنگا رنگ رات کے دس بجے انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

(جوہر بھارتی سکریٹری)

# چاندہ میں انجمن ترقی اردو کی شاخ

۱۲؍ مارچ ۱۹۶۶ء۔ گزشتہ اتوار کو جناب فیض انصاری سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علاقہ ودربھ کی آمد پر حامیان اردو کا ایک جلسہ رفیع احمد قدوائی میموریل اردو ہائی اسکول (جو گزشتہ سال ہی فیض انصاری صاحب کی انتھک کوششوں سے قائم ہوا) کی بلڈنگ میں فیض انصاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ وزیر علی صاحب نے انجمن کی شاخ کے قیام کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ ضلع چاندہ میں اردو کے تحفظ کے لیے انجمن کی شاخ کا قیام کس قدر ضروری ہے۔ اس کے بعد عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا جو حسب ذیل ہے۔

جناب عبدالصمد صاحب، ایکسپورٹ اینڈ امپورٹ ایجنٹ، صدر

جناب عبدالقادر شیخ محمد صاحب فارسٹ کنٹریکٹر، نائب صدر

جناب وزیر علی صاحب۔ سکریٹری

(۱) جناب ماسٹر شیخ امام صاحب (۲) جناب محمد صادق کوثر نظامی صاحب (۳) عبدالوحید نظامی صاحب (وردہ) (۴) ماسٹر شیخ رمضان صاحب ارکان مجلس منتظمہ۔ ایک تجویز کے ذریعہ انجمن کے زیر اہتمام بالغوں کے لیے ایک شبینہ مدرسہ جاری کرنا منظور کیا گیا جو اس وقت جاری ہے جس میں تقریباً ۱۵ بالغ اردو کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ایک اور تجویز کے ذریعہ صدر، نائب صدر اور سکریٹری کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاندہ کی میونسپل کمیٹی کے صدر سے ملاقات کر کے شہر میں ایک اور اردو پرائمری اسکول کھولنے کی درخواست کریں اور اس بلڈنگ کو اردو اسکول کو ہی دینے کا مطالبہ کریں جو اس سے خالی کرا کے تعمیر کی گئی ہے اور جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ اردو اسکول کو نہیں دی جائے گی۔

تیسری تجویز کے ذریعہ ضلع چاندہ کے حامیان اردو بالخصوص مسلمانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قدوائی ہائی اسکول میں داخل دلائیں اور اسکول کے مالی فنڈ میں دل کھول کر حصہ لیں تاکہ اس کی بلڈنگ کو وسعت دینے میں سہولت ہو اور اس اسکول کو ٹیکنیکل اسکول بنانے کا منصوبہ پورا ہو سکے۔

(وزیر علی سکریٹری انجمن ترقی اردو چاندہ)

# خواتین کی ادبی انجمن "نئے چراغ"

علی گڑھ۔ ۲۰؍ فروری ۱۹۶۶ء کو ادبی ذوق رکھنے والی مسلم یونیورسٹی اور ویمنس کالج کی چند طالبات کی ایک نشست ہوئی جس میں ایک نئی انجمن "نئے چراغ" کی تشکیل کی گئی۔ حسب ذیل عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ محترمہ رفعت بلگرامی صدر، نجمہ محمود نائب صدر، اور عندلیب زہرا کاظمی سکریٹری منتخب ہوئیں۔ دوسرے عہدہ داروں کا انتخاب بھی ہوا۔

۲۴؍ فروری ۱۹۶۶ء شام ساڑھے تین بجے انجمن "نئے چراغ" کا افتتاحی جلسہ بمقام بی/۴ نذیر احمد روڈ منعقد ہوا۔ افتتاحی رسم مشہور ناول و افسانہ نگار ادیبہ محترمہ رضیہ سجاد ظہیر نے انجام دی۔

سکریٹری کی رپورٹ کے بعد صدر صاحبہ نے اپنی مختصر تقریر میں انجمن کے اغراض و مقاصد اور علی گڑھ کی ادبی فضا پر روشنی ڈالی۔

چائے کے بعد محترمہ رضیہ سجاد ظہیر نے اپنی کہانی "دوشالہ" سنائی اور اپنے روس کے سفر کے کچھ دلچسپ واقعات بیان فرمائے۔

(سکریٹری انجمن نئے چراغ)

# جلسۂ تعزیت و مشاعرہ بیادگار حضرت قیصر بدیر دی مرحوم

قیصر بدیر دی کی یاد میں بتاریخ ۱۲؍ مارچ ۱۹۶۶ء کو ایک جلسہ شہری بنکی پارا سرایم۔ ایل۔ سی و صدر میونسپل کمیٹی آکولہ نے صدارت فرمائی۔ اور جناب محمد عارف الرحمٰن خاں صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج آکولہ نے افتتاح فرمایا اور اپنی بصیرت افروز تقریر سے جلسے کی ابتدا کی۔ اس کے بعد جناب حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی امراوتی، جناب شیخ عبداللہ صاحب انکم ٹیکس کمشنر آکولہ نے اور جناب صدر نے تقاریر کیں۔ جلسۂ تعزیت کے فوراً بعد ہی جناب خان محمد امتیاز حسین صاحب ایڈوکیٹ و صدر انجمن ترقی اردو نے فرمایا کہ حضرت قیصر کی یادگار قائم کرنے کیلئے انجمن نے کیا ارادے کیے ہیں اور عوام سے انجمن کے ان ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مدد کی اپیل کی۔ مشاعرہ کی صدارت کیلئے قاضی محمد علی صاحب ایڈوکیٹ آکولہ کی تحریک تائید کی گئی نئے کیلئے انجمن کی عمارت سازی کا کام شروع کرنے کیلئے ایک ذیلی کمیٹی قائم کر دی گئی۔ (بشیر احمد شہید سکریٹری)

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ۔ مدیر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ سے شائع کیا